بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْنَ، أَمَّا بَعْدُ:

94: اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے یہ اصول بھی ہے کہ بے شک دین اور ایمان قول اور عمل ہے۔

العقیدۃ الواسطیۃ لشیخ الاسلام الامام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ۔

اور آج کی نشست سے ہم ایک نئے باب سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فَصْلٌ: وَمِنْ أُصولِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالجَماعَةِ أَنَّ الدِّينَ وَالإِيمانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ" (اور اہل سنت والجماعت کے اصولوں میں سے یہ اصول بھی ہے کہ بے شک دین اور ایمان قول اور عمل ہے)۔ ابھی تک ہم نے اصول ایمان میں سے صرف ایک اصول پڑھا ہے کون سا اصول تھا؟ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور خصوصی طور پر ارکان الایمان؛ آج کی نشست میں کوشش کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ اس پورے اصول کو پڑھ لیں، اگر نہیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ دو درس میں ہو جائے۔

جو دوسرا اصول ہے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے اصول میں سے ایمان کی تعریف کہ ایمان کیا ہے، یہ لفظ ایمان جو ہے اس کا معنی کیا ہے۔

اب غور کریں کہ ایمان کی تعریف بھی عقیدے کے اصول میں شامل ہے وجہ کیا ہے:

(۱) دلائل موجود ہیں قرآن اور سنت میں۔

(۲) مخالفین نے (مخالفین کون ہیں؟ جنہوں نے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے اصول میں مخالفت کی ہے) اس معاملے میں مخالفت کی ہے تو اہل سنت والجماعت کے علماء نے اپنے عقیدے کی تصنیفات میں اُن اصولوں کو جمع کیا ہے جن اصولوں میں اہل بدعت نے مخالفت کی ہے۔

ایمان کیا ہے، ایمان کسے کہتے ہیں کس چیز کا مجموعہ ہے، کیا ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے کہ نہیں، ایمان کے شعبے ہیں کہ نہیں ہیں، ایمان صرف ایک ہی چیز کا نام ہے کیا ایمان کے حصے ہو سکتے ہیں کہ نہیں ہو سکتے، کیا ایمان ایک شخص میں بڑھتا اور گھٹتا ہے یا

مسلسل ایک ہی طریقے سے رہتا ہے، ایمان کیسے بڑھتا ہے کیسے کم ہوتا ہے اور ان تمام باتوں کے دلائل کیا ہیں یہ سب جانے کی کوشش کرتے ہیں، اور اہل بدعت نے جنہوں نے مخالفت کی ہے وہ کون ہیں اور کس بنیاد پر انہوں نے مخالفت کی ہے اور ان کے کیا اس مسئلے میں شبہات تھے۔

ان سوالوں کے جوابات میں سے دیکھتے ہیں کہ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے کن مسائل کو یہاں پر ذکر کیا ہے اور اگر کچھ مسئلہ رہ بھی گیا تو ان شاء اللہ اس کو ہم شامل کر دیں گے تاکہ اس موضوع کے تعلق سے جو مسائل ہیں وہ مکمل ہو جائیں یا کم سے کم ان میں سے بہت زیادہ مسائل کو ہم سمیٹ سکیں اور سمجھ سکیں۔

تو سب سے پہلی بات جو ہے آپ یاد رکھیں کہ "اصول الایمان، اصول الدین، اصول السنۃ، اور اصول العقیدۃ" یہ سب مختلف نام ہیں ایک ہی چیز کے ایک ہی اصول کے، مختلف کتابوں میں آپ کو مختلف نام مل سکتے ہیں لیکن اصول ایک ہی ہوں گے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا یہ جملہ "وَمِنْ أُصولِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالجَماعَةِ أَنَّ الدِّينَ وَالإيمانَ قَوْلٌ وَعَمَلٌ": شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ""الدين": هو ما يدان به الإنسان، أو يدين به، فيطلق على العمل ويطلق على الجزاء": شیخ الاسلام نے دو چیزوں کا ذکر کیا ہے دین کا اور ایمان کا کیونکہ دین کے دو معنی ہیں "ما يدان به الإنسان، أو يدين به"۔

"يدان" اس کا تعلق جزاء سے اور سزا سے ہے، "يدين به" اس کا تعلق عمل سے ہے۔

یعنی انسان کی جزاء اور سزا جو ہے اور اس کا عمل یہ سب دین میں شامل ہیں؛ اگر عمل کو نکال دیں تو باقی دین میں کیا رہے گا دین عمل ہی ہے نا اصل میں، اور اسی طریقے سے اگر عمل کو نکال دیا جائے یا جزاء اور سزا کو اور حساب کو نکال دیا جائے تو پھر دین میں کیا باقی رہے گا؟!

دَین کیا ہوتا ہے؟ قرض۔ اس میں بھی جزاء اور ثواب ہے کہ نہیں؟ لین دین ہے کہ نہیں؟ کوئی چیز آپ نے دینی ہے نہیں دیتے تو اس کے بارے میں آپ سے سوال ہوگا کہ نہیں؟ سزا بھی ہو سکتی ہے جزاء بھی ہو سکتی ہے۔

تو دین کا معاملہ جو ہے کچھ ایسا ہی ہے اُس میں عمل بھی ہے، اُس میں جزاء بھی ہے اُس میں سزا بھی ہے، ایک قرض ہے ہمارے اوپر جس کے بارے میں ہم سے قیامت کے دن سوال ہوگا اور پوچھا جائے گا کہ اس پر کتنا ہم نے عمل کیا ہے۔

ان دونوں معنی کی دلیل کیا ہے؟ جزاء اور سزا کا معنی جو ہے اس کی دلیل سورۃ الانفطار آیت نمبر 18 اور 19 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٨ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ ۝١٩﴾ (الانفطار:18-19)۔

﴿ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ﴾: ﴿يَوْمُ الدِّيْنِ﴾: یوم الجزاء۔

(﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾(الفاتحہ:3) بھی بالکل آسان ہے وہ بھی آپ اس میں شامل کر سکتے ہیں)۔

دین سے کیا مراد ہے یہاں پر؟ جزاء اور سزا۔

دین کا معنی عمل ہے اس کا ثبوت یا دلیل کیا ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے سورۃ المائدۃ آیت نمبر 3 میں: ﴿وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾(المائدۃ:3)؛ شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): "أي: عملًا تتقربون به إلى الله"(اور میں تمہارے لیے اسلام کو دین مقرر کر کے راضی ہو گیا)۔

اسلام ہمارا دین ہے یعنی اسلام ہمارے عمل کا وہ طریقہ ہے جو ہمیں اللہ تعالی کے قریب کر دے جیسا کہ کہا گیا شیخ صاحب فرماتے ہیں: "كما تدينُ تُدان"(جیسا کرو گے ویسا بھرو گے): یعنی اس میں دونوں معنی موجود ہیں؛ جیسا کرو گے عمل ہے، ویسا بھرو گے جزاء اور سزا ہے (سبحان اللہ)۔

اور شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اس لفظ سے "أنّ الدِّينَ وَالإيمانَ قَولٌ وَعَمَلٌ": سے مراد عمل ہے۔

ایمان کا معنی شیخ صاحب فرماتے ہیں: "وأما الإيمان؛ فأكثر أهل العلم يقولون: إن الإيمان في اللغة التصديق"۔

ایمان کا معنی کیا ہے ذرا غور کریں ایک علمی اور بڑی پیاری بات ہے طلاب علم کے لیے خصوصی طور پر اور یہ بحث آپ کو بہت کم کتابوں میں ملتی ہے کہ ایمان کا معنی لغت کے اعتبار سے کیا ہے۔

جب لغت کی ہم بات کرتے ہیں اس کا معنی سمجھیں آپ ہم کیوں کہتے ہیں اکثر اوقات لغتاً و شرعاً کہ لغت میں یہ معنی ہے اور شرع میں یہ معنی ہے اور بعض اوقات اصطلاحاً بھی ایک معنی جس پر علماء کا اصطلاح ہوا ایک اور معنی بھی ہو جاتا ہے لیکن عمومی طور پر ہم جب بات کرتے ہیں تو لغتاً اور شرعاً ہم بات کرتے ہیں۔

لغتاً کا لفظ کیوں آیا ہے؟ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم لغت کی طرف جائیں اور کہیں کہ اس کا معنی لغت میں کیا ہے؟ اور پھر شرعاً کیوں ہم بیان کرتے ہیں؟

آپ ذرا سمجھیں مسئلے کو: عربی زبان اُن زبانوں میں سے ہے جو بہت پرانی زبان ہے یعنی وحی کے نازل ہونے سے پہلے یہ زبان موجود تھی عربی بولا کرتے تھے آپس میں عرب جو ہیں اور وہ الفاظ وحی نازل ہونے سے پہلے اُن کو لغت کے الفاظ کہا جاتا تھا جب وحی نازل ہوئی اسی لفظ کا معنی بدل گیا اب شرع کے اعتبار سے اس لفظ کا معنی کیا ہے یہ فرق ہے دونوں میں۔

تو اصل لغت میں اس کا معنی کیا ہے اور وحی نازل ہونے کے بعد شریعت میں اب اس کا معنی کیا ہو گیا ہے جیسا کہ الصلاۃ ہے عربی زبان میں لفظ صلاۃ استعمال کیا جاتا تھا کس چیز کے لیے؟ دعا کے لیے۔ اب صلاۃ جب ہم بات کرتے ہیں صلاۃ کیا ہے؟ اب شرعی معنی کیا ہے صلاۃ کا دعا ہے؟ خصوصی اعمال ہیں جو مخصوص اوقات میں کیے جاتے ہیں جن کی ابتداء تکبیر تحریمہ سے ہوتی ہے اور اختتام سلام سے ہوتا ہے تسلیم سے ہوتا ہے۔

اب یہ معنی کہاں سے آیا ہے؟ یہ وحی نازل ہونے کے بعد ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرۃ:43): اب صلاۃ اور زکوۃ کے الفاظ وحی نازل ہونے سے پہلے بھی استعمال کیے جاتے تھے کہ صلاۃ دعا ہے اور زکوۃ پاکیزگی ہے عربی زبان میں؛ لیکن جب ہم شریعت کے معنی کی بات کرتے ہیں شرعی معنی جو ہے کیا آپ نے زکوۃ دی ہے کیا مطلب ہے اس کا؟

کوئی شخص یہ کہے کہ ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ میں پاکیزہ انسان ہوں میں بڑا نیک اور اچھا انسان ہوں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں جو بھی خیر عمل کرتا ہوں وہ ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ میں آگیا ہے؟ یا جو بھی میں چندہ دیتا ہوں یا کوئی اچھی بات کرتا ہوں یا کسی کو کوئی چیز دے دیتا ہوں کسی کی مدد کر دیتا ہوں کیا اس میں شامل ہے؟ نہیں۔ زکوۃ کا ایک خاص معنی ہے جو ارکان اسلام میں سے ہے یہ معنی کب متعین ہوا؟ وحی نازل ہونے کے بعد، وحی سے پہلے معنی اور تھا یہ کمال ہے شریعت کا دیکھیں آپ کہ الفاظ ہی بدل گئے! دیکھیں لوگوں کی زندگی ہی نہیں بدلی جو اصل زبان ہے اس کا معنی بھی بدل گیا ہے (سبحان اللہ)۔

یہ ایک مقدمہ تھا اب آتے ہیں معنی کہ ایمان کا معنی کیا ہے لغت میں شیخ صاحب فرماتے ہیں: دیکھیں دو معنی ہیں میں یہاں پر پڑھوں گا تو مشکل ہو جائے گا پہلے سمجھا دوں پھر پڑھتے ہیں کتاب سے۔

ایک ہے **التصدیق** دوسرا ہے **الاقرار**۔

تصدیق کا مطلب کیا ہے؟ سچ مان لیا (صدق سچ ہے، تصدیق میں نے مان لیا، سچ ماننے کو کہتے ہیں تصدیق)۔

اقرار کیا ہے؟ آپ نے مان تو لیا ہے؛ میں ایک چھوٹی مثال دیتا ہوں کہ اسرائیل موجود ہے کہ نہیں (ملک اسرائیل)؟ موجود ہے نا۔ فلسطین ہے، اسرائیلی قابض ہیں۔ اب اسرائیل کا نام جو ہے یہ جب ہم کہتے ہیں کہ میں نے مان لیا ہے موجود ہے یہ کیا ہے؟ اقرار ہے۔ اقرار کیا مطلب ہے؟ موجود بھی ہے اور میں اسے تسلیم بھی کرتا ہوں۔ کیا قبول کرتے ہیں تسلیم کرتے ہیں اس کے وجود کو ہم مسلمان؟ نہیں اسے قبول کرتے۔

تو پھر یہ فرق ہے اقرار کا اور اور فرق ہے تصدیق کا۔

اقرار میں تصدیق + معنی ہے؛ تصدیق بھی ہے اس کے ساتھ ایک اور بھی معنی ہے جس میں ہمارا اقرار بھی ہوتا ہے، تسلیم (ماننا) بھی ہوتا ہے، اور ساتھ یقین بھی ہوتا ہے (ہم مانتے بھی ہیں من و عن سے تسلیم بھی کرتے اور قبول بھی کرتے ہیں) یہ تین معنی اقرار کے لفظ میں شامل ہیں۔

سوال: یعنی اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تصدیق اور یقین کے ساتھ ایمان کا معنی ہے؟

جواب: جی ہاں! اس میں قبول، تصدیق اور یقین ہوتا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): تصدیق لغت میں تصدیق اکثر علماء نے کہا ہے کہ تصدیق ہے، فرماتے ہیں:

"ولكن في هذا نظر": یہ بات نظر ثانی کی مستحق ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہے (یعنی تصدیق کا معنی فٹ نہیں آتا دو وجوہات ہیں ابھی بتاتا ہوں میں آپ کو) کیونکہ قاعدہ یہ ہے عربی لغت میں کہ اگر کوئی لفظ دوسرے لفظ کے معنی کا ہو یعنی دو لفظ ہیں ایک ہی معنی ہے دونوں کا تو پھر ان کا جو تعدی اور غیر تعدی ہے ایک ہونا چاہیے۔

تعدی کا مطلب ہے کہ اس لفظ کے ساتھ دوسرا لفظ جوڑنے کے لیے کسی اور لفظ کو بیچ میں ہونا چاہیے بغیر کسی اور لفظ کے وہ جڑ جاتے ہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں: "آمنت به" یا "آمنته"؟ "آمنت به"۔ "آمنت بالله" یا "آمنت الله"؟ "آمنت بالله"۔

تو حرف باء کیا ہے یہ؟ متعدی کے لیے باء کا ہونا لازمی ہے۔

"لا يتعدى بنفسه": خود متعدی کسی اور لفظ کے ساتھ نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی اور چیز بیچ میں نہ ہو۔

"صدقته" یا "صدقت به"؟ "صدقته"۔

"أقررت" یا "أقررت به"؟ "أقررت به": اقرار میں، ہاں به ہے۔ "لايتعدى بنفسه"۔

اس لیے تو قاعدہ یہ ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ تصدیق کا لفظ "يتعدى بنفسه" یعنی "صدقته" کسی اور حرف کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ایمان کا لفظ "لا يتعدى بنفسه" اس کے ساتھ اب حرف کو جوڑنا پڑے گا "آمنت به؛ أو: آمنت له"۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ہم کسی لازم فعل کو جو حرف جر کے بغیر متعدی نہیں ہوتا اس فعل سے ملا دیں جو متعدی ہے جو خود مفعول کو منصوب کر دیتا ہے۔

"صدقته" اعراب کیا ہے؟ "صدقته: فعل وفاعل والهاء ضمير متصل في محل نصب مفعول به": تو ایک ہی لفظ میں فعل، فاعل اور مفعول آ گیا ہے "صدقته" کیونکہ صدق کا لفظ جو ہے یہ "يتعدى بنفسه إلى المفعول"۔

"آمنت به": "آمنت "فعل اور فاعل ہے باء حرف جر ہے اور ہاء ضمیر متصل ہے ہ اسم مجرور۔

تو یہاں پر ہمیں یہ ضرورت پڑ گئی ہے ایک حرف کی اس کے ساتھ ملانے کی، تو "آمنت به وصدقته" قاعدے کے خلاف ہے کہ نہیں؟ "أقررت به"؛ تو کیا فٹ ہوتا ہے؟ "آمنت به" اور "أقررت به"؛ اس لیے کہ ایمان کا معنی جو ہے وہ الاقرار ہے، یعنی "أقرّ به" یا "أقررت به"۔

یہ لغت کے اعتبار سے تھوڑی سی وضاحت ہے سمجھ آگئی؟

دیکھیں اصل مطلب کیا ہے؟ بعض چیزیں اگر ہم اسکپ (Skip) کر دیں تو پھر آپ کو کبھی پتہ نہیں چلے گا اس لیے بعض مشکل چیزیں میں کوشش کرتا ہوں آسان کر دوں اپنی عام زبان میں اگرچہ یہ سب علمی باتیں ہیں، اور طلاب علم اور علماء کی بحث ہوتی ہے ان کی باتیں ہیں لیکن طالب علم کو چاہیے کہ ان چیزوں کا بھی اس کو پتہ ہو کہ اصل علماء کتنی گہرائی تک جاتے ہیں معنی کو نکالنے کے لیے، ایسا نہیں ہے کہ کسی کے ذہن میں کوئی بات آئی تو اسے نکال دے، ایسا نہیں ہے بڑی محنت ہوتی ہے! دقت دیکھیں آپ کہ لفظ کو بھی دیکھیں کس لفظ کا چناؤ کیا ہے۔

بحث کیا ہو رہی ہے؟ کہ ایمان کا معنی لغت میں تصدیق ہے یا اقرار ہے۔ اس بحث سے پہلے کوئی فرق پڑتا ہے کوئی ہم سے کہے آپ سے کہے ایمان کا معنی تصدیق ہے ٹھیک ہے، ایمان کا معنی اقرار ہے یہ بھی ٹھیک ہے۔ فرق کب پڑتا ہے؟ جب آپ کو پتہ چلے کہ دونوں میں یہ فرق ہے اور صحیح معنی یہ ہے کیونکہ اس کا آگے بھی فائدہ ہو گا ہمیں اقرار کی جب ہم بات کرتے ہیں اس سے عمل بھی جڑ جاتا ہے۔

تصدیق تو مان لیا صرف، اقرار میں آپ مانتے بھی ہیں ماننے کے ساتھ ساتھ جب قبول کرتے ہیں تسلیم کرتے ہیں پھر عمل بھی کرنا پڑے گا کہ نہیں؟ (سبحان اللہ)۔

آگے چلتے ہیں جو اصل موضوع ہے وہ یہ ہے کہ شریعت میں یا شرح میں معنی کیا ہے ایمان کا؟ "قول وعمل"؛ شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ اجمالی معنی ہے "قول وعمل"۔

اور پھر شیخ صاحب نے اس معنی کی تفصیل بیان کی ہے اس جملے سے: "قول القلب واللسان، وعمل القلب واللسان والجوارح":

ایمان کی تعریف شریعت میں قول ہے دو چیزوں کا اور عمل ہے تین چیزوں کا: "قول القلب واللسان" (قول ہے دل کا اور زبان کا، اور عمل ہے دل کا زبان کا اور جسم کا)۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ مصنف شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے دل کا بھی قول و عمل بنادیا ہے اور زبان کا قول و عمل بھی ہے۔

ہم یہ جانتے ہیں کہ زبان قول کس چیز سے ہوتا ہے؟ قول زبان سے ہوتا ہے نا۔ اور عمل؟ عمل جسم جوارح سے ہوتا ہے اعضاء سے ہوتا ہے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ زبان کا قول سمجھ آجاتا ہے دل کا قول سمجھ آتا ہے؟ کیا دل کا قول بھی ہوتا ہے؟ دل کا عمل بھی ہوتا ہے؟

ابھی میں نے کہا ہے کہ قول زبان سے عمل جسم سے یہ بیچ میں دل کہاں سے آگیا بھئی جس کا قول بھی اور عمل بھی ہے؟!

اصل معاملہ یہی ہے اس کو سمجھ لیں تو معاملہ سارا سمجھ میں آجائے گا کیونکہ ہم سب جانتے ہیں مخالفین بھی جانتے ہیں غیر مسلم بھی جانتے ہیں کہ قول زبان سے ہوتا ہے اور عمل جسم سے ہوتا ہے پہلی بار سن رہے ہیں کہ دل کا قول بھی ہوتا ہے اور دل کا عمل بھی ہوتا ہے، نہیں! یہ حیران کن ہے! اور شریعت کے الفاظوں میں دلائل میں اس کی ایسی وضاحت موجود ہے جیسا کہ باہر سورج روشن ہے لیکن عجب بات ہے بعض لوگوں نے اتنی بڑی کالی موٹی کالی پٹی باندھی ہوئی ہے نا اپنی آنکھوں پر ان کو سورج بھی نظر نہیں آتا روشنی بھی نظر نہیں آتی جن کو! (سبحان اللہ)۔

اچھا زبان کے قول کا مطلب ہے یہ واضح ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ نطق ہے بولنا ہے زبان سے اور زبان کا عمل زبان کی حرکت ہے جیسے ہم دیکھتے ہیں اور حرکت اور چیز ہے اور بولنا اور چیز ہے (یہ زبان کی حرکت ہے حرکت کریں زبان کو کوئی بولنا ہے؟ تو حرکت اور چیز ہے کہ نہیں؟) بول (نطق) جو ہے وہ زبان کی خاص حرکت سے ناشئ ہے یعنی پیدا ہوتا ہے لیکن ہر حرکت زبان کی بولنا نہیں ہوتی لیکن ہر بولنا حرکت سے جڑا ہوتا ہے۔

یہ فرق جان لیا؟ کبھی آپ نے گونگے کو دیکھا ہے گونگے جو ہوتے ہیں جو بول نہیں سکتے زبان میں حرکت ہوتی ہے کہ نہیں؟ ہوتی ہے۔ بول کیوں نہیں سکتے؟ اس لیے کہ بولنے کا اصل مادہ اُن کے پاس نہیں ہے۔

میڈیکل میں بھی آپ دیکھ لیں گے تو حیران ہو جائیں گے کہ صرف بولنا جو اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے سنتے نہیں ہیں اس لیے بولتے نہیں ہیں اور ڈیف اینڈ ڈمب (Deaf and Dumb) ایک جیسے ہوتے ہیں ایک ساتھ ہی دونوں مسئلے ہوتے ہیں۔

اتنا ایک خوبصورت نظام ہے اللہ تعالیٰ کا بولنے کا کہ دماغ سے کہاں پر ہوتا ہے کیسے رگیں جاتی ہیں، کس طریقے سے دماغ تک پہنچتی ہیں پھر کون سے پٹھے ہوتے ہیں، ووکل کورڈ (Vocal cord) سے اس کا کیا تعلق ہے، گلے کا اس سے کیا تعلق ہے، ناک کے جو اندر کا حصہ ہے اس سے کیا تعلق ہے، لپس (Lips) کا کیا تعلق ہے، سب ایک ساتھ مل کر پھر انسان بول سکتا ہے؛ ورنہ

اگر صرف آپ لپس (Lips) نہ ہلائیں بول کر دکھائیں؟! زبان تو آپ کی ہے نا بولیں ذرا بول سکتے ہیں؟! نہیں بول سکتے تو اس کا بھی تعلق ہے۔

منہ کھلونے کا تعلق ہے، جبڑے کی حرکت کا تعلق ہے اور ہم کیسے بولتے ہیں ماشاءاللہ پتہ چلتا ہے ہمیں! اگر یہ بولنا ہمارے ذمے ہو نا شاید ہم کبھی بول نہ پائیں یعنی آپ نے کس وقت کس جسم کے حصے کو حکم دینا ہے، دماغ کو حکم دینا ہے، ابھی امپلس (Impulse) آپ نے جنریٹ (generate) کرنا ہے کیونکہ اب بولنا ہے پھر وہ جبڑے تک جائے گا اس نے ہلنا ہے کھلنا ہے پھر بند کب ہونا ہے، ووکل کورڈ (Vocal cord) تک جائے گا اسے حرکت میں آنا ہے، پھر آپ کی زبان کے کس پٹھے کو بولنا ہے کس کو نہیں بولنا اور کیسے حرکت کرنی ہے اور کس طریقے سے ایک ساتھ سینکرونائزیشن (Synchronization) جو ہے کہ ایک ساتھ سب، اگر کچھ آگے پیچھے ہو جائے نا تب بھی آپ نہ بول سکیں (سبحان اللہ)۔

الغرض؛ یہ تو پتہ چل گیا کہ زبان کا قول یہ ہوتا ہے دل کا قول کیا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں: "اعترافه وتصديقه": دل کا اعتراف اور اس کی تصدیق اور اقرار جسے کہتے ہیں۔

اقرار کس چیز سے کرتے ہیں؟ ایک زبان کا اقرار ہوتا ہے دل کے ماننے کے بغیر جو اقرار ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے؟ نفاق ہوتا ہے نا جھوٹ ہوتا ہے نا اور کیا ہوتا ہے؟! آپ زبان سے وہ بات کر رہے ہیں جو آپ نہیں کرنا چاہتے، یا دل میں کچھ اور ہے زبان پر کچھ اور ہے؛ یہ دونوں لازم اور ملزوم ہیں، تو دل کا اقرار دل کی تصدیق اور اعتراف دل کا جو ہے یہ دل کا قول ہے۔

دل کا عمل شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): یہ دل کی حرکت اور ارادے کا نام ہے۔

ایک دل کی حرکت ہے دل کا دھڑکنا جو پمپ کرتا ہے دل خون پورے جسم میں سرکولیٹ (Circulate) کرتا ہے ایک تو یہ حرکت ہے جو سب جانتے ہیں، دل کا عمل صرف اس پمپ کے ساتھ جڑا ہوا نہیں ہے یہ تو صرف جسم کو زندہ رکھنے کے لیے ہے انسان کی اصل زندگی جو ہے جیسے یہ ضروری ہے نا دل کا پمپ ہونا زندگی کے لیے مومن کی زندگی کے لیے وہ سب اعمال شامل ہیں جو اس حرکت سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں مومن کے لیے جن کو دل کے اعمال کہتے ہیں۔

اخلاص ہے توکل ہے، خوف ہے ڈر ہے امید ہے، دل کا اطمینان ہے یہ سب کیا ہیں؟ دل کے اعمال ہیں یہ (سبحان اللہ)۔

دیکھیں جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو دل میں ایک حرکت محسوس ہوتی ہے، جب قرآن کی تلاوت کرتے ہیں دل کی کیفیت میں تبدیلی نظر آتی ہے، جب ہم کوئی موعظہ سنتے ہیں اور اس موعظے کا اثر ہوتا ہے ہمارے اوپر ہماری آنکھیں تر ہوتی ہیں

تب آنکھیں تَر ہونے سے پہلے دل پر اثر ہوتا ہے دل حرکت میں آتا ہے تب اس کے بعد آنکھوں میں جا کر حرکت ہوتی ہے اور پھر آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں، تو دل کے اعمال بھی ہوتے ہیں۔

"الإخلاص في العمل" یہ اخلاص کیا ہے؟ دل کا عمل ہے۔

جوارح کا عمل شیخ صاحب صاحب فرماتے ہیں کہ واضح ہے جیسا کہ رکوع ہے، سجود ہے، قیام ہے، قعود ہے، تو عمل جوارح جو ہے ایماناً شرعاً کیونکہ ان اعمال کو کرنے کی جو بنیادی وجہ ہے اساس ہے وہ ہے ایمان۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کی دلیل کیا ہے ایمان ان تمام چیزوں کو شامل ہے (یعنی زبان کا قول اور دل کا قول اور عمل اور جسم کے اعمال جو ہیں)؟

شیخ صاحب فرماتے ہیں اس کی دلیل (دو دلائل یاد رکھیں ذرا بڑے آسان ہیں اور پیاری ترتیب سے ہیں): شیخ صاحب فرماتے ہیں جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الإيمَانُ: أنْ تُؤْمِنَ باللَّهِ، ومَلَائِكَتِهِ، وكُتُبِهِ، ورُسُلِهِ، والْيَوْمِ الآخِرِ، والْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ" صحیح مسلم کی معروف حدیث ہے: "فهذا قول القلب": یہ دلیل جو ہے ارکان ایمان کی دلیل جو ہے کیا ہیں یہ تمام چیزیں؟ یہ زبان کا قول ہیں ہمارا اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ہمارا ایمان ہے، فرشتوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ہے، آخرت پر ہے اور تقدیر پر ہے اچھی یا بُری ہو۔

یہ کیا ہے؟ قول القلب ہیں یہ ساری چیزیں یہ دل کا قول ہے۔

اب کیا بچ گیا؟ دل کا عمل، زبان کا اور جسم کا عمل جو ہے۔ اس کی دلیل شیخ صاحب فرماتے ہیں: "أما عمل القلب واللسان والجوارح؛ فدليله قول النبي صلى الله عليه وسلم" اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً" (ایمان کے ستّر سے زیادہ شعبے ہیں (حصے ہیں)) "أعلَاهَا" (سب سے بلند حصہ جو ہے) "قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" (لا الہ الا اللہ کا قول) "وَأَدْنَاهَا" (اور سب سے پست حصہ جو ہے) "إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنْ الطَّرِيقِ" (راستے سے کسی مضر چیز کو ہٹا دینا) "وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنْ الْإِيمَانِ" (اور شرم وحیاء بھی ایمان کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے)۔

اسے بھی صحیح مسلم نے روایت کیا ہے معروف صحیح حدیث ہے۔

یاد کرنے کے لیے آسان ہیں ایمان کی تعریف میں صحیح مسلم کی یہ دونوں احادیث یاد رکھ لیں صحیح مسلم میں دونوں احادیث موجود ہیں اور ایمان کی تعریف اور ہمارا جو پورا موضوع ہے یہ دونوں احادیث ہی کافی ہیں، اگر آپ کو ایمان کی تعریف میں کسی

دلیل کی ضرورت پڑے تو یہ دونوں احادیث سامنے رکھ دیں آپ جتنی تفصیل آگے آئے گی کہ ایمان کا زیادہ ہونا کم ہونا یہ سب ان دونوں احادیث میں موجود ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ''قول اللسان وعمله وعمل الجوارح''(یہ زبان کا قول اور عمل ہے اور جسم کا عمل ہے)''والحياء عمل قلبي''(اور شرم وحیاء جو ہے دل کا عمل ہے)؛اور یہ دل کی وہ کیفیت ہوتی ہے تب انسان پر طاری ہوتی ہے جب شرم وحیاء کی ضرورت پڑتی ہے۔

دیکھیں:(۱)''قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ'' یہ زبان کا قول ہے۔(۲)راستے سے کسی مضر چیز کو ہٹا دینا جسم کا بدن کا عمل ہے۔(۳)شرم وحیاء ایمان کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے یہ کیا ہے حیاء؟دل کا عمل ہے۔

دیکھیں اثر جسم پر ہی ہوتا ہے؛جب انسان کو شرم آتی ہے سر جھک جاتا ہے چہرے پر تھوڑی سی سُرخی آجاتی ہے ایسا ہی ہوتا ہے نا؟ یہ تبدیلی کب آتی ہے؟ دیکھیں شرم وحیاء چہرے سے نہیں ہوتی جسم سے نہیں ہوتی،انسان کو اپنے ہاتھوں پاؤں سے شرم وحیاء نہیں آتی لیکن جو چہرے کی رنگت میں تبدیلی آتی ہے جو انسان کی اچانک کیفیت میں تبدیلی آتی ہے اس کی اصل بنیاد اصل وجہ کہاں پر ہے؟ کہاں سے شرم وحیاء ہوئی جس کا اثر اس کے جسم پر آیا؟دل میں۔تو شرم وحیاء کی جگہ دل ہے۔

تو اسی ایک حدیث میں آپ دیکھیں:(۱)''قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ''زبان کا قول بھی آگیا۔(۲)''إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ''جسم کا عمل بھی آگیا۔(۳)اور شرم وحیاء کو دل سے کیا جاتا ہے وہ بھی آگیا۔

زبان کا قول،جسم کا عمل،اور دل کا عمل بھی آگیا سب،تو ایک ہی حدیث میں یہ تعریف موجود ہے اس لیے اہل سنت والجماعت نے یہ تعریف اخذ کی ہے اپنی جیب میں سے کچھ ایسا مسئلہ نہیں نکالا نہ اپنی خواہش کے مطابق کوئی معنی بیان کیا ہے قرآن اور سنت کی روشنی میں اس معنی کو بیان کیا ہے۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): کہ ایمان ان تمام چیزوں کو شامل ہے شرعی اعتبار سے۔

دوسری دلیل بھی یاد رکھیں بڑی پیاری دلیل ہے قرآن سے کہ کوئی کہتا ہے کہ قرآن میں کیا دلیل ہے؟(جبکہ حدیث میں دلیل واضح کافی ہے)،یا بعض مخالفین جو ہیں اہل بدعت جو ہیں جب مخالفت کی شدت اختیار کرتے ہیں تو بحث ومباحثے پر آجاتے ہیں کہ قرآن سے دکھائیں؛چلو قرآن سے لے لیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ البقرۃ آیت نمبر 143 میں:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾(اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرنا تھا)۔

مفسرین فرماتے ہیں جیسے کہ ابن کثیر اور دُر منثور میں یہ تفسیر موجود ہے اور دیگر علماء نے بھی اس کی تفسیر کی ہے تو یہاں پر ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف رُخ کر کر نماز پڑھنا۔

تو اللہ تعالیٰ نے صلاۃ کو ایمان فرمایا ہے اور نماز میں تینوں چیزیں شامل ہیں کہ زبان کا قول بھی ہے، دل کا عمل بھی ہے، اور جسم کا عمل بھی ہے۔ نیت ہے اخلاص ہے؟ نہیں۔ یہ سب چیزیں کیا ہیں؟ دل کے اعمال ہیں۔

زبان کے قول سے ہم پڑھتے ہیں تمام تکبیرات اور سورۃ الفاتحہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں، اور جسم کا قیام ہے رکوع ہے سجود ہے قعود ہے یہ سب جسم کے اعمال ہیں؛ تو ایک ہی لفظ میں سب معنی موجود ہیں۔

تو مسئلہ کیا تھا؟ مسئلہ یہ تھا کہ جب قبلے کا رخ تبدیل کرنے کا وقت آیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور بڑی آزمائش تھی کیونکہ جو اصل قبلہ تھا وہ تھا کعبہ پھر بنی اسرائیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس قبلے کو بیت المقدس کی طرف کر دیا کیونکہ طوفان نوح میں یہ سب ختم ہو گیا تھا؛ اور سب سے پہلے جس نے کعبہ کی تعمیر کی ہے کس نے کی ہے؟ سب سے پہلے آدم علیہ سلام کے بیٹوں میں سے کس بیٹے نے؟ شیث علیہ الصلاۃ والسلام نے انہوں نے تعمیر کی تھی۔

اور طوفان نوح میں یہ سب جو ہے ختم ہو گیا اور پھر اساس کس نے دوبارہ رکھی؟ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے۔

بنی اسرائیل کون ہیں؟ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے پڑپوتے ہیں؛ بیٹا اسحاق، بیٹے کا بیٹا (پوتا) یعقوب، یعقوب کی اولاد بنی اسرائیل یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے جو گیارہ بھائی تھے اِن سب کو بنی اسرائیل کہاں جاتا ہے۔

اسرائیل یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کا لقب ہے، بنی اسرائیل ان کے بیٹے ہیں۔ یہ بیٹے کون ہیں؟ یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے قصے میں جو آتا ہے "کہ میں گیارہ کوکب دیکھے اور میں نے سورج اور چاند کو دیکھا مجھے سجدہ کرتے ہوئے"، تو گیارہ وہ اور بارہواں خود، تو بارہ بیٹے یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام کے اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں بنی اسرائیل۔

بیت المقدس قبلہ تھا بنی اسرائیل کا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں تھے تو اپنا رُخ جو ہے وہ کرتے تھے شمال کی طرف کیونکہ قبلہ کیا تھا مکہ میں؟ کعبہ نہیں تھا قبلہ تھا بیت المقدس جب نماز فرض ہوئی۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس سمت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے؟

جنوبی سمت میں کعبہ کے جنوبی حصے میں کیونکہ جو شام ہے شمال کی طرف ہے (بیت المقدس شمال کی طرف ہے مکہ سے شمال کی طرف ہے)۔

تو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے کیونکہ رُخ کرنا تھا بیت المقدس کی طرف اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے خواہش تھی کہ جو اصل قبلہ ہے وہ واپس لوٹ کر آئے جو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے "الکعبۃ المشرفۃ"۔

تو جنوبی طرف کھڑے ہو جاتے تھے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوبی حصہ کون سا ہے؟ رکن یمانی اور حجر اَسود کے بیچ والی یہ دیوار جو ہے یہ جنوبی حصہ سمجھا جاتا ہے ٹھیک ہے جہاں پر ہم پڑھتے ہیں ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ (البقرۃ:201) مسنون ہے؛ یہ حصہ یہ جنوب کی طرف یہاں پر کھڑے ہو جاتے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنا رُخ کرتے بیت المقدس کی طرف تو کعبہ بھی بیچ میں آتا کہ نہیں؟ کعبہ بیچ میں آتا؛ اور بار بار اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا رُخ مبارک جو ہے آسمان کی طرف کرتے کیوں کرتے؟ دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ جو ہے یعنی خواہش تھی تبدیل ہو جائے رُخ کرنے سے۔

اللہ تعالیٰ تو دل کے راز بھی جانتا ہے نا (سبحانہ وتعالیٰ) غالباً ڈیڑھ سال کے بعد اللہ تعالیٰ حکم آیا مدینہ میں ہجرت کے بعد کہ اب قبلے کا رُخ تبدیل ہو جائے گا۔

جب قبلے کا رُخ تبدیل ہوا آپ جانتے ہیں کہ مدینہ میں مومن بھی ہیں (صحابہ)، منافقین بھی تھے اور یہودی بھی تھے، یہودیوں نے شور مچا دیا کہ دیکھیں یہ کیسا دین ہے یہ قبلے کا رُخ ہی بدل دیا اصل قبلہ تو وہ تھا اب محمد نے مخالفت کی ہمارے قبلے کا رُخ ہی بدل دیا! پہلے تو خوش تھے نا کہ ایک ہی قبلہ ہے سب کا اب تو قبلہ بدل گیا۔

منافقین نے کہا دیکھیں کیسے مان لیں کہ یہ اللہ کا نبی ہے اس نے تو بنیاد ہی ہلا کر رکھ دی ہے!

دیکھیں قبلے کا رُخ بدلنا کوئی عام بات نہیں ہے کہ پوری سمت ہی بدل گئی!

اچھا شمال کی طرف پتہ ہے کیا الٹا ہو گیا! اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں بار بار مدینہ میں اپنا رُخ آسمان کی طرف کرتے؟ مکہ میں نہیں کرتے تھے کیونکہ مکہ میں تو جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا کعبہ بیچ میں تھا نا، اب مدینہ گئے تو کعبہ پیچھے ہو گیا جنوب کی طرف ہو گیا اب رُخ کرنا ہے شمال کی طرف بیت المقدس کی طرف، جب حکم آیا اور قبلہ تبدیل ہوا تو جب منافقین نے یہ شور شرابہ کیا یہ شبہات پھیلانا شروع کئے "مجھے یہ تو بتائیں اُن کا کیا ہو گا جو لوگ نماز پڑھ چکے ہیں اور وفات پا چکے ہیں؟"۔

کچھ ایسے بھی تھے نا صحابی جنھوں کعبے کی طرف رُخ کر کے نماز ہی نہیں پڑھی مدینہ میں ان کا رُخ ہمیشہ بیت المقدس کی طرف تھا ان کی نمازیں تو ضائع ہو گئیں! اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾: یہ نہیں فرمایا

کہ تمہاری نماز نہیں فرمایا، تمہاری نماز کبھی ضائع نہیں ہو گی یعنی جو لوگ گزر گئے نماز پڑھ چکے بیت المقدس کی طرف ان کی نماز بھی درست ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز کو ضائع نہیں کرنا تھا۔

لفظ نماز کا نہیں لفظ کیا ہے؟ ایمان کا ہے۔ اصل مطلب کیا ہے؟ نماز کا ذکر ہے (سبحان اللہ)۔

اس میں دو بڑے فائدے ہیں:

(۱) ایک تو ایمان میں عمل بنیادی طور پر شامل ہے (سبحان اللہ) جو ہم سب جانتے ہیں مخالفین بھی یقیناً جانتے ہیں کہ نماز عمل ہے جس میں جسم کے اعضاء کے اعمال ہیں سارے۔

اور نماز میں تمام یہ جو مجموعہ ہے ایمان کا جو تعریف ہے ابھی میں نے بتائی ہے کہ زبان کا قول ہے، دل کا قول اور دل کا عمل ہے اور جسم کا عمل ہے یہ سب شامل ہے اس میں نماز میں۔

غور کریں نماز پر اور دیکھیں آپ تو عمل بنیادی حصہ ہے ایمان کا اس کے بغیر ایمان کا وجود ہی نہیں ہو سکتا ہے نا؛ بغیر عمل کے عمل نکال دیں ایمان کیا ہے؟! ایک کھوکھلا سا معنی رہ جاتا ہے بس قول رہ جاتا ہے نا باقی کیا ہوتا ہے وہ تو کوئی بھی کر سکتا ہے، کوئی منافق بھی کہہ سکتا ہے کہ میں مومن ہوں! نکالیں نا ایمان کو یہی تو فرق ہے!

مومن اور منافق میں کیا فرق ہے؟ بنیادی فرق عمل کا ہے نا! ظاہراً تو وہ بھی کرتے ہیں لیکن اصل میں دل کی نیت ہے نہیں ہے اس میں اختلاف پڑ گیا!

اور جو عمل بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے کہ سستی کاہلی کرتے ہیں کہ نہیں؟! نماز کے لیے جب کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کاہلی سے نماز پڑھتے ہیں (سبحان اللہ)۔

تو یہ بنیادی فرق ہے۔

(۲) اور دوسرا کہ مومن جو ہیں اُن کا ایمان مضبوط رہے گا ہلے گا نہیں تمہارا ایمان کبھی ضائع نہیں ہو گا، نماز ضائع نہیں ہو گی اور نہ ہی تمہارے ایمان میں کوئی کمی ہو گی۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: یہ مذہب ہے اہل سنت والجماعت کا۔

اب دلائل جو ہمارے پاس آئے ہیں وہ تین قسم کے دلائل ہیں، ایک آیت ہے دو احادیث ہیں؛ میں نے ابھی یہ کہا تھا کہ صرف دو احادیث یاد کر لیں اب آپ کا واجب یہ ہے کہ آپ نے دو احادیث اور اس آیت کو بھی یاد کرنا ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ

﴿اِيْمَانَكُمْ﴾ سورہ البقرۃ آیت نمبر 143 کی آیت کا یہ حصہ ہے یہ حصہ یاد کرلیں میرے بھائی پوری آیت یاد نہ کریں جس میں شاہد دلیل کا موجود ہے۔

اور آیت میں دلیل کہاں پر ہے یہ سمجھ میں آگیا، کس طریقے سے آپ نے اس پر جواب دینا ہے یہ بھی سمجھ میں آگیا؛ استدلال کیسے کیا جاتا ہے بلکہ واضح ہے اصل سب جانتے ہیں کہ سیاق اور سباق قبلے کی تبدیلی کا ہے۔

آپ دیکھ لیں آیات سورہ البقرۃ کی جو آیات ہیں وہی سیاق اور سباق ہیں کوئی اس میں سے نکال نہیں سکتا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ آپ سیاق اور سباق کو نکال کر اس معنی کو بیچ میں اپنی مرضی کا لے کر آئیں کہ ایمان کا معنی ایمان ہے نا کہ نماز ہے، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا! اصل بات نماز کی ہو رہی ہے اور وہ لوگ جو نماز پہلے پڑھ چکے تھے مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد اور اُن کو موقع نہیں ملا کہ وہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے پہلے وفات پا گئے اُن کی نماز کا کیا؟

میں نے بتایا ہے کہ یہ شبہات کس نے پھیلائے ہیں؟ منافقین اور یہودیوں نے یہ شبہات پھیلائے ہیں۔

تو یہ سوال آیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اسے پیش کیا گیا کہ آپ جواب دیجیے اس کا کیا جواب ہے؟ جواب کس نے دیا؟ ربّ کریم نے دیا (سبحانہ وتعالیٰ) ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾: اللہ تعالیٰ نے کبھی تمہارے ایمان کو ضائع نہیں کرنا تھا تمہارا ایمان بھی محفوظ ہے تمہاری نماز بھی محفوظ ہے (سبحان اللہ)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ): ان چار چیزوں کے شامل ہونے سے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے بغیر ایمان تمام نہیں ہوتا (معناها عمل الجوارح ، وعمل القلب، وقول اللسان: جسم کا عمل، دل کا عمل، لسان کا قول، اس میں زبان کا عمل بھی شامل ہے؛ مختصراً چار ہیں اور تفصیلاً پانچ بھی ہیں) معنی یہ نہیں کہ اس کے بغیر تمام نہیں ہوتا۔ انسان مومن بھی ہو سکتا ہے جبکہ بعض اس کے اعمال اس میں کم کیوں نہ ہوں لیکن ایمان کی کمی اس کے مطابق ہوگی ان اعمال کے مطابق ہوگی۔

جن گروہوں نے مخالفت کی ہے وہ دو قسم کے گروہ ہیں دو بدعتی متطرف گروہ ہیں؛ متطرف کسے کہتے ہیں؟ ایکسٹریمسٹ (Extremist) جو ایکسٹریم (Extreme) کی طرف چلے گئے ہیں؛ (۱) پہلا گروہ ہے المرجئۃ۔ (۲) دوسرا گروہ ہے خوارج اور معتزلہ۔

شیخ صاحب فرماتے ہیں: پہلا گروہ جو ہے المرجئۃ ہیں، مرجئۃ کہتے ہیں یعنی اُن کا یہ عقیدہ ہے؛ "يقولون" یعنی یہ عقیدہ ہے اور انسان زبان سے وہ الفاظ نکالتا ہے جو اس کے دل میں عقیدہ ہوتا ہے: "إن الايمان هو الإقرار بالقلب، وما عدا ذلك؛ فليس من

الايمان!!'': مرجئة کہتے ہیں کہ ایمان دل کا اقرار ہے صرف اس کے سوا ایمان سے کوئی لینا دینا نہیں ہے کوئی تعلق نہیں ہے دل کا اقرار ہی کافی ہے۔

مرجئۃ کہتے ہیں کہ ایمان کی تعریف ''الإقرار بالقلب'': دل کا اقرار ہے۔

مرجئۃ کے پھر گروہ ہیں:

(۱) ان کے غالی مرجئۃ ہیں جو کہتے ہیں کہ اقرار نہ ہو صرف دل سے ربّ کو جاننا کافی ہے آپ مانیں نہ مانیں الگ بات ہے معرفت ہی کافی ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان صرف قلب (دل) کا قول ہے۔

(۳) تیسرا قول مرجئۃ الفقہاء کا کہتے ہیں کہ ایمان جو ہے وہ دل سے تصدیق اور عمل ایمان کو کامل کرنے کی شرط ہے اور اس میں یعنی عمل کو شامل نہیں کرتے بنیادی طور پر، اگر اس میں سے کوئی کہتا بھی ہے کہ عمل شامل ہے تو صرف وہ فرضی طور پر کہتے ہیں ایک اعتبار سے ورنہ ان کے نزدیک زبان کا قول اور دل کا اقرار ہے۔

میرا سوال ہے کہ مرجئۃ کون ہیں؟ یہ لفظ کہاں سے آیا ہے؟ اور یہ فتنہ کب شروع ہوا ہے؟

کب شروع ہوا؟ آسان ہے جہم بن صفوان۔ وفات 128 ہجری؛ جہم بن صفوان یہ بدعت امت میں لے کر آیا۔

جانتے ہیں "الارجاء" مرجئۃ لفظ کہاں سے آیا اور ارجاء کا معنی کیا ہے کوئی جانتا ہے؟ مؤخر کرنا، عمل کو پیچھے کر دینا۔

کس نے کہا ہے کہ لغت میں عمل کو مؤخر کرنے کو ارجاء کہتے ہیں؟ ﴿قَالُوٓا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ وَاَرۡسِلۡ فِى الۡمَدَآٮِٕنِ حٰشِرِيۡنَ﴾ (الاعراف:111): قرآن کی آیت میں ہے۔

﴿قَالُوٓا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ﴾: موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور اُن کے بھائی ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کو ذرا پیچھے کر دیں مؤخر کر دیں، مقابلہ کرتے ہیں جادو گروں نے کہا لیکن میدان میں مقابلہ ہو گا ایک بند کمرے میں نہیں ہو گا پورے لوگ تماشا دیکھیں گے یہ چاہتے ہیں۔

تو ﴿اَرۡجِهۡ﴾: یعنی پیچھے مؤخر کر دیں وقت دے دیں ابھی مقابلہ نہیں کرتے۔

تو اس کا کیا مطلب ہے أرجه؟ ارجاء (مؤخر کرنا)؛ لفظ کے اعتبار سے مؤخر کرنا تو مرجئۃ نے جب ایمان کو تاخیر کر کے پیچھے کر دیا اس سے یہ لفظ اُن کے لیے مرجئۃ کہا گیا ہے۔

بدعت کون لے کر آیا؟ جہم بن صفوان۔

معنی کیا ہے؟ ارجاء، قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے لغت کے اعتبار سے، کوئی نئی بات میں نے کہا ہے کہ اہل سنت والجماعت کے علماء جیب سے نہیں نکالتے اپنی خواہش کے مطابق کوئی بات نہیں کرتے دلائل کی روشنی میں ہمیشہ بات کرتے ہیں۔

تو مرجئۃ یہ وہ گروہ ہے جو عمل کو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں۔

دو لفظوں میں اگر کوئی کہے کہ مرجئۃ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو عمل کو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں، پیچھے کر دیتے ہیں مؤخر کر دیتے ہیں؛ جو بھی لفظ استعمال کرنا آپ کی مرضی ہے لیکن عام لفظوں میں ایمان کا عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس لیے شیخ صاحب فرماتے ہیں: ان کے نزدیک ایمان نہ تو بڑھتا ہے اور نہ ہی کم ہوتا ہے کیونکہ دل کا اقرار ہے صرف اور تمام لوگ اس میں برابر ہیں۔

غور کریں ذرا معنی یہ ہے اُن کی بات کا شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ وہ انسان جو اللہ تعالٰی کی دن اور رات مسلسل عبادت کرتا رہتا ہے بالکل اُس شخص کے برابر ہے جو اللہ تعالٰی کی ہمیشہ دن اور رات نافرمانی کرتا رہتا ہے، جب کوئی معصیت دین سے خارج نہیں کرتی نہ ایمان پر اس کا کوئی فرق پڑتا ہے یعنی تو مطلب دونوں کا ایمان برابر ہے کہ نہیں؟!

اور اسی طریقے سے اگر آپ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص جو ہے جو زناکار ہے زنا کرتا ہے، چوری کرتا ہے، شراب پیتا ہے، لوگوں پر ظلم و زیادتی کرتا رہتا ہے، دوسرا شخص متقی ہے اِن تمام چیزوں سے بالکل دور ہے؛ تو مرجئۃ کے نزدیک دونوں کا ایمان اور امید برابر ہے، دونوں کا ایمان برابر ہے اور ان کو کوئی سزا نہیں ملے گی کیونکہ اعمال جو ہیں وہ ایمان میں داخل ہی نہیں ہیں (ایمان کے نام میں اعمال جو ہیں وہ داخل ہی نہیں ہیں)۔

یہ پہلا گروہ ہے جسے کہتے ہیں المرجئۃ۔

دوسرا گروہ شیخ صاحب فرماتے ہیں: ''الطائفة الثانية: الخوارج والمعتزلة''(خوارج اور معتزلہ ہیں)''قالوا''(یہ کہتے ہیں)''إن الأعمال داخلة في مسمى الايمان، وأنها شرط في بقائه''(کہ اعمال ایمان کے مسمی میں ایمان میں داخل ہیں اور ایمان کی بقاء کے لیے شرط ہیں)۔

آپ جانتے ہیں شرط اور مشروط کہ اگر عمل ہے تو ایمان ہے نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے؛ یعنی اُن کے نزدیک جس نے بھی کوئی معصیت کی ہے کبیرہ گناہوں میں سے تو وہ ایمان سے خارج ہو گیا۔

فرق یہ ہے خوارج کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ دو منزلت کے بیچ میں ایک منزلت میں ہے، نہ مومن کہتے ہیں اور نہ کافر کہتے ہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایمان سے خارج ہو گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا ہے اور دو منزلت کے بیچ میں ایک منزلت میں وہ شخص موجود ہے۔

یہ لوگوں کے اقوال ہیں ایمان کے تعلق سے کتنے ہیں؟ تین ہو گئے نا: (۱) ایک ہے اہل سنت والجماعت کا قول یعنی ان کا عقیدہ کیا ہے ایمان کی تعریف میں۔ (۲) دوسرا مرجئۃ کا۔ (۳) اور تیسرا خوارج اور معتزلہ کا۔

خوارج اور معتزلہ کا جو فرق ہے وہ کس بنیاد پر ہے؟ آخرت میں دونوں کا اتفاق ہے، عمل شرط ہے ایمان کی یہ دونوں کا اس پر اتفاق ہے فرق کس چیز میں ہے؟ کہ دنیا میں اس کا حکم کیا ہو گا۔

کیونکہ یہ بھی اسی مسئلے کے تعلق سے ہے اگلے درس میں بیان کروں گا ان شاء اللہ کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے اسے کیا کہا جاتا ہے؟ خوارج نے کہا کافر، معتزلہ نے کہا "منزلة بين منزلتين" (دو منزلوں کے بیچ میں ایک منزلت میں ہے نہ مومن ہے نہ کافر ہے) اہل سنت والجماعت کیا کہتے ہیں واجب ہے اگلے درس میں آپ سے سنوں گا میں۔

میں بھی سناؤں گا دلیل کی روشنی میں اور آپ بھی یاد کر کے آنا کہ اسے کیا کہتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے مسلمان۔

مسلمان نے چوری کی ہے، زنا کیا ہے، ڈکیتی ہے، قتل بھی اگر کسی کا اس نے کیا ہے تو اسے کیا کہنا چاہیے؟ اہل سنت والجماعت کیا کہتے ہیں؟ ایمان سے مومن ہے اور اپنے کبیرہ گناہ سے فاسق ہے۔

اگلے درس میں ان شاء اللہ اس پر بات کریں گے۔

((واللہ أعلم))۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (094.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio